که انجمن الاصلاح کو محض آپ تحریر و تقریر کی مشق، مضمون نگاری سیکھنے کی جگہ نہ سمجھیں، بلکہ یہاں سے آپ کو وہ ذخیرہ لینا ہے، وہ مواد لینا ہے کہ جس سے آپ یہاں سے نکلنے کے بعد جدید تعلیم یافتہ طبقہ، جو انٹیلکچول کلاس کہلاتا ہے، ذہین طبقہ جو ہے، آپ اس کو مطمئن کر سکیں، اس میں اسلام کی ضرورت کا احساس پیدا کر سکیں اور اسلام کے بارے میں اعتماد واپس لا سکیں۔ یہاں سے لے کر انڈونیشیا اور مغرب اقصیٰ اور مراکش تک ان سب جگہوں پر اس وقت جو رہے وہ یہ کہ امریکہ اور یہودیوں اور عیسائیوں کی سازش سے ان سب جگہوں تک جراثیم پہونچ گئے ہیں کہ اسلام پر اعتماد متزلزل ہو جائے اور اسلام پر عمل کرنے کو وہ فرسودگی اور رجعت پسندی اور (FUNDAMENTALISM) سے تعبیر کرنے لگیں اور ایک پڑھے لکھے آدمی کو شرم آنے لگے کہ ہم حاشا وکلا FUNDANENTALIST نہیں ہیں۔ آپ کو وہ کام کرنا ہے کہ لوگوں سے سینہ تان کر اور آنکھیں ملا کر یہ کہیں کہ ہاں ہم FUNDAMENTALIST ہیں اور ہمارے نزدیک FUNDAMENTALISM ہی دنیا کو بچا سکتا ہے اور ساری خرابی اور سارا فساد FUNDAMENTALISN نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کوئی اصول نہیں، کوئی معیار نہیں، کوئی حدود نہیں، صرف نفس پرستی ہے، صرف خواہش پرستی ہے، صرف اقتدار پرستی ہے، صرف سیاست پرستی ہے، اس لئے آپکو تیاری کرنی ہے اور دوسروں کو بھی تیار کرنا ہے۔ بس میں انہی الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔

(بشکریہ تعمیر حیات لکھنؤ)

Urdu, English, Arabic Computer Composing & Designing

MIYAR COMPOSERS

Error free,
Good looking,
Timely Service,
Proper Rates,

Address :- 616 - B Satellite Town, Gujranwala. ✆ 0431 - 251248

مولانا عبدالغفار حسن ☆

دینی جماعتیں اور انتخابی سیاست

اس وقت ملک شدید سیاسی و اخلاقی بحران کا شکار ہے۔ ان حالات میں یہ ایک اہم سوال ذہنوں میں ابھر رہا ہے کہ دینی جماعتوں کا مستقبل کیا ہے؟ وہ کس طرح قرآن و سنت کی روشنی میں قوم کی رہنمائی کر سکتی ہیں؟ کیا انکا انتخابی سیاست میں براہ راست حصہ لینا ملک و ملت کے لئے مفید ہو سکتا ہے؟ اور کیا اس طرح نفاذ شریعت کی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے؟

یہ بات عیاں ہے کہ دینی جماعتوں کے رہنما پچھلے انتخابی تجربات سے کوئی خاص سبق حاصل کرنے پر آمادہ نہیں ہیں اور ایک دفعہ پھر انتخابی دنگل میں کودنے کیلئے بیتاب ہیں۔ دینی جماعتوں میں سب سے زیادہ فعال اور منظم جماعت اسلامی ہے' لیکن انتخابی سیاست کے کارزار میں دشت پیمائی کا حاصل اب تک یہ رہا ہے کہ ۱۹۵۱ء میں جماعت اسلامی نے پہلی بار الیکشن میں حصہ لیا' جماعت صرف ایک سیٹ لے سکی اور وہ بھی ضلع قصور کی' جہاں مولانا محی الدین لکھوی اہل حدیث حلقہ اثر کی بنا پر کامیاب ہوئے تھے۔ بعد کے انتخابات میں جماعت نے چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ سیٹوں پر اپنے آدمی کامیاب کرائے۔ دوسری دینی جماعتوں میں مفتی محمود صاحب مرحوم کی جمعیت علمائے اسلام دو صوبائی وزارتیں تک بنانے میں کامیاب ہوگئی' لیکن وہ بھی مغربی سیاست کی شاطرانہ چالوں کے سامنے جلد ہی ناکام ہوگئے۔

☆ رکن اسلامی نظریاتی کونسل' پاکستان

کیا اب وقت نہیں آگیا کہ ہمارے دینی رہنما اور علما و صلحا اس پامال شدہ جد و جہد کے بارے میں سنجیدگی سے سوچیں اور مستقبل کے لئے ایسا لائحہ عمل وضع کریں جو ملک و ملت کے لئے مفید ہو؟

ہمارے خیال میں دینی جماعتوں کو اپنی عملی و نظریاتی سیاست پر نظرثانی کرنی چاہئے' چند ناصحانہ مشورے پیش خدمت ہیں:

ا۔ چالیس سال سے زائد عرصہ پر پھیلی ہوئی انتخابی سیاست' اسلام کو ایک تنفیذی قوت کے طور پر پیش کرنے میں ناکام رہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکیمانہ قول پیش نظر رہنا چاہئے لا یلدغ المومن من جحر مرتین۔ "ایک مومن ایک ہی بل سے دو بار نہیں ڈسا جاتا"۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ دینی جماعتوں کا اصل فریضہ داعیانہ ہے اور وہ اپنے فریضہ میں اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہیں جبکہ ان کی دعوت یکساں طریق پر اپنے مخاطبین تک پہنچ سکے اور یہ تبھی ہے جبکہ داعیان حق اقتدار کے نہ حلیف ہوں اور نہ حریف' الدین النصیحتہ کے تحت وہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کو اللہ کا پیغام پہنچا سکیں' لیکن اقتدار کی دوڑ میں خود شریک ہو کر وہ مخالف پارٹی کے لئے ایک مقابل کی حیثیت سے ابھرتے ہیں اور پھر ان کی حق بات مخالف کے لئے صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔ انتخابی سیاست کی تلخیاں ایک دوسرے کی بات سننے کے راستے بند کر دیتی ہیں۔

۲۔ عملی لحاظ سے اللہ تعالی کا فرمان ان کے لئے نشان راہ ہو کہ: "و تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ "نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ و زیادتی کے کاموں پر تعاون نہ کرو"۔

سیاسی جماعتوں کے وہ امید وار جو دیانت' تقویٰ اور راست بازی میں مشہور ہوں' تعاون کے مستحق ہیں' برخلاف ان امیدواروں کے جنھوں نے منافقت کا نام ہی سیاست گردانا ہوا ہے۔

۳۔ مجدد الف ثانیؒ کے طرز پر ناصحانہ رویہ کو اپنانا چاہئے۔ مجدد الف ثانیؒ جہانگیرؒ کے وزرا اور امرا کو برابر خطوط لکھتے رہے' جن میں انہیں شریعت کی پاسداری

اور منکرات سے اجتناب کی دعوت دی جاتی تھی۔ ان کی یہ روش بالآخیر عالمگیرؒ جیسے انصاف پسند اور پابند شریعت حکمران کے دور حکومت کو برپا کرنے کا باعث ہوئی جو کہ مسلم ہندوستان کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔

۴۔ دینی دعوت کا خاصہ ہے کہ وہ اہل تقویٰ اور اہل دانش کے طبقہ خواص سے شروع ہو کر عوام الناس تک پھیلتی ہے اور امت کے ذہین طبقہ میں اس کی جڑیں مضبوط اور توانا ہوتی ہیں' جس کی وجہ سے اس دعوت کو پختگی اور پائداری نصیب ہوتی ہے۔ اس کی مثال اس شجرہ طیبہ کی سی ہوتی ہے جس کی جڑیں گہری اور جس کی شاخیں آسمان تک پہنچ رہی ہوتی ہیں' برخلاف ان عوامی تحریکات کے جن میں چند خوشنما نعروں کی بنا پر عوام کو بھڑکایا جاتا ہے اور ان کی ایک بھیڑ اکھٹی کر لی جاتی ہے' لیکن ٹھوس بنیادوں کے فقدان کی بنا پر یہ تحریکات جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہیں۔ ماضی قریب میں ذوالفقار علی بھٹو کے روٹی' کپڑا اور مکان کے نعروں پر چلائی گئی عوامی تحریک اور پھر الطاف حسین کی مہاجروں کے حقوق کی تحریک اور ان کا انجام ہر کسی کے سامنے ہے۔ ایسی تحریکات میں منفی اور جذباتی پہلو ہمیشہ غالب رہتا ہے جو وقتی طور پر ہیجان تو پیدا کر سکتا ہے' لیکن دائمی اثرات کا حامل نہیں ہوتا۔

پاکستان بننے سے قبل مسلم لیگ اپنی مقبولیت کی معراج پر تھی۔ غالباً" ۴۶ء یا ۴۷ء میں مولانا مودودی مرحوم سے مدراس کے ایک جلسہ عام میں مسلم لیگ کی اس مقبولیت کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کا جواب کچھ یوں تھا کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے جنگل میں سیلاب آ جائے' ایسی صورت میں جنگل کے تمام جانور' چاہے وہ شکاری ہوں یا شکاریوں کے تر نوالے' سب کے سب ٹیلے کی طرف دوڑتے ہیں' سب سیلاب سے بچنا چاہتے ہیں' اس لئے ایک دوسرے سے تعرض نہیں کرتے' لیکن جیسے ہی وہ ٹیلے پر پہنچ جاتے ہیں' ہر شکاری اپنے شکار پر وار کرنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ مولانا نے کہا کہ اب بھی یہی صورتحال ہے۔ ہندو سامراج کے سیلاب کا اندیشہ ہے' اس سے بچنے کے لئے پاکستان کا ٹیلہ سامنے رکھا گیا ہے' لیکن وہاں پہنچنے کے بعد یہ ساری جمعیت منتشر ہو جائے گی اور خود غرض افراد کی اکثریت بندر بانٹ کرے گی۔

۵۔ اس سے قبل تذکرہ ہو چکا ہے کہ داعیانہ تحریکات پہلے خواص کو اپیل کرتی ہیں۔ اس ضمن میں قرآن کی یہ آیات پیش نظر رہیں:

نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے: وا نذر عشیر تک الا قربین۔ ”اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈاروٗ“ (سورۃ الشعراء)۔ ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قبیلہ کے لوگ قریش کے گل سر سبد تھے اور مکہ میں رہنمائی کے مقام پر فائز تھے۔ ان لوگوں کا حلقہ بگوش اسلام ہونا تمام اہل عرب کے لئے باعث کشش ہوتا۔

اور ایسے ہی یہ آیت ہے: ولتنذر ام القری ومن حولھا۔ ”تاکہ آپ ام القری (یعنی مکہ مکرمہ) اور جو لوگ اس کے چاروں طرف ہیں' ان کو ڈرائیں“ (سورہ الانعام)۔ یہاں نہ صرف قریش بلکہ دوسرے قبائل کی طرف بھی اشارہ ہے جو اپنے اپنے حلقوں میں انتہائی بااثر تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک موقع پر اللہ کے حضور یہ دعا کرتے ہیں: اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب و بعمرو بن ہشام۔ ”اے اللہ اس اسلام کو غالب کر عمرو بن ہشام (ابو جہل) سے“۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خواہش اس بات کی آئینہ دار تھی کہ قریش کے بہترین دماغ اس دعوت کو قبول کر لیں تو بہت بڑی قوت فراہم ہو جائے گی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ حدیث ہے: خیارکم فی الجاھلیتہ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا۔ ”تم میں سے جو دور جاہلیت میں بہتر تھے وہ حالت اسلام میں بھی تم میں سب سے بہتر ہیں' بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ رکھتے ہوں“ (بخاری)۔ ظاہر ہے کہ جاہلیت میں بہترین لوگ وہی سمجھے جاتے تھے جو کردار' شجاعت' سخاوت اور دوسرے اعلیٰ اوصاف کے حامل تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان کے حسن میں اور اضافہ ہو گیا' اس لئے وہ حالت اسلام میں بھی معزز قرار پائے۔

۶۔ اصلاح احوال کے لئے اگر متذکرہ بالا صورت اختیار نہ کی جائے' بلکہ مصنوعی سہاروں کے ذریعہ انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی جائے تو نتیجہ صفر رہتا ہے۔

مولانا مودودیؒ نے اس امر پر خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کے مختصر دور حکومت کو شاہد ٹھہرایا ہے۔ عمرؒ بن عبدالعزیزؒ ایک موروثی طریقہ خلافت میں اپنے مورث کی وصیت کی بنا پر حسن اتفاق سے مسند خلافت پر مامور کر دیئے گئے تھے۔ جب انہوں نے حکومت کے ذریعہ اصلاح احوال کی کوشش کی اور مظلوموں کی دادرسی کا سلسلہ شروع کیا تو وقت کی بیوروکریسی نے ان کا ساتھ نہ دیا اور انہیں دو سال کی قلیل مدت میں زہر کھلا کر حکومت سے ہٹا دیا گیا۔

ہندوستان کی تاریخ میں سید احمد شہیدؒ اور اسماعیل شہیدؒ کی تحریک کی ناکامی کے اسباب میں اس بات کا بڑا دخل تھا کہ ایک غیر صالح معاشرہ نے ان کے انتہائی مفید اور کار آمد اقدامات کو بے اثر کرنے میں پورا کردار ادا کیا۔ پشاور کی فتح کے بعد شہیدین نے سرحد کے علاقہ میں قاضی مقرر کئے جو شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کے مجاز تھے' جب ان قاضیوں نے خوانین کے خلاف فیصلے کئے تو راتوں رات کئی قاضیوں کو شہید کر دیا گیا۔ خود معاشرہ اس حد تک خوانین کے زیر اثر تھا کہ اس حادثہ فاجعہ پر عوام میں کوئی ہلچل نہ مچی اور نہ ہی کوئی احتجاج کی آواز بلند ہوئی۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مولانا مودودیؒ کا مقالہ بعنوان: "اسلامی حکومت کیسے قائم ہوتی ہے؟"۔ اس مقالہ میں مندرجہ بالا موضوع کی وضاحت اس عنوان کے تحت کی گئی ہے: "اسلامی انقلاب کی واحد سبیل"۔ (کتاب کے موجودہ نسخوں میں واحد کا لفظ اڑا دیا گیا ہے جو کہ مولانا مرحوم کی زندگی تک محو نہیں کیا گیا تھا)۔ مولانا نے اپنی دو اور تصنیفات "اسلام کا نظریہ سیاسی" اور "تجدید و احیائے دین" میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اور جویان حق کے لئے وہاں اچھا خاصا مواد مل سکتا ہے۔

مولانا کے اس نظریہ کی تائید میں نہ صرف پاکستان کے حالات بلکہ الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ کی الیکشن میں کامیابی اور پھر فوج کی طرف سے انہیں زمام حکومت سے دور رکھنا بلکہ عملی سیاست میں ان کے نفوذ کے تمام راستے بند کرنا' پیش کئے جا سکتے ہیں۔ الجزائر کی سی ملتی جلتی صورت مصر اور دیگر عرب ممالک کی ہے' جہاں فوج پر لادین عناصر کا غلبہ ہے اور وہ دینی جماعتوں کی الیکشن میں کامیابی کو بھی ناکامی میں

بدل دینے پر قادر ہیں۔

۷۔ یہاں پر ایک اعتراض یہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ اگر دینی جماعتوں کا کام صرف دعوت و تبلیغ ہی ہے تو یہ کام تو تبلیغی جماعت بڑے احسن طریقہ سے کر رہی ہے، جواباً عرض ہے کہ تبلیغی جماعت نے اپنے دائرہ عمل کو چھ اصولوں تک محدود کیا ہوا ہے۔ دعوت دین کا ہمہ گیر کام "بلاغ مبین" چاہتا ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

قل اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل و علیکم ما حملتم و ان تطیعوہ تھتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔ (سورہ النور)

"ان سے کہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ پھر اگر تم اطاعت سے رو گردانی کرو گے تو (خوب سمجھ لو کہ تبلیغ رسالت کی) جو ذمہ داری رسول پر ہے اس کا جواب دہ وہ ہے اور (اطاعت کی) جو ذمہ داری تم پر ہے، اس کے جواب دہ تم ہو اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف (خدا کا حکم) صاف صاف پہنچا دینا ہے اور بس"۔

ایک صحیح اسلامی دعوت کے لئے جہاں امر بالمعروف کا حکم ہے وہاں نہی عن المنکر کا بار گراں بھی ہے۔ جہاں کلمہ اور نماز روزہ کی تلقین ہے وہاں رزق حلال کمانے اور کاروبار کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کی مہم بھی شامل ہے۔ صحیح اسلامی دعوت گروہی اور مذہبی تعصبات سے مبرا ہوتی ہے۔ عقلی اور فکری محاذ پر اسلام کے خلاف جو بھی حملے کئے جائیں وہ اس کا بھرپور جواب دیتی ہے۔ میدان سیاست میں وہ رہنمائی دینے کے قابل ہے، مگر سیاست پر منافقت کی چھاپ لگنے کی بنا پر وہ اس کا ایک حصہ نہیں بنتی ہے۔ صحافت اور ذرائع ابلاغ اس کے لئے شجر ممنوعہ نہیں۔ وہ نہ صرف مساجد بلکہ عوامی اجتماعات، مدارس، کالجوں، یونیورسٹیوں اور تمام اعلیٰ Forums کے ذریعہ دعوت حق کا پرچار کرتی ہے۔

۸۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ نفاذ شریعت ایک اہم اور پاک مقصد ہے کہ جسکا ذریعہ بھی پاک ہونا چاہئے۔ ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا۔ "اللہ تعالی پاک ہیں اور پاک چیزوں ہی کو پسند کرتے ہیں"۔ سودی طرز معیشت کی اصلاح خود سودی کاروبار سے

نہیں ہو سکتی۔ جمہوریت جو کہ خود ایک غیر اسلامی تصور ہے' اسلام لانے کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ جمہوریت عوام کی اکثریت پر بنا رکھتی ہے جبکہ اللہ تعالی محض کثرت کو کسی درجہ میں مستند نہیں روا رکھتے۔ فرمایا: قل لا یستوی الخبیث و الطیب ولو اعجبک کثرة الخبیث فاتقوا اللہ یا اولی الالباب لعلکم تفلحون۔ (المائدہ)۔ "کہہ دیجئے کہ خبیث و طیب برابر نہیں ہو سکتے' چاہے تمہیں ناپاک کی بہتات بھلی ہی کیوں نہ لگے۔ پس اے عقل والو' اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ"

اس آیت سے چند راہنما اصول متعین ہوتے ہیں:

(الف) محض عوام کے غلبہ کے سہارے سیاسی انقلاب نہیں آ سکتا اور نہ فلاح کی صورت پیدا ہو سکتی ہے' کیونکہ عوام کی اکثریت غیر طیب ہے' لہٰذا ان کا سہارا بھی کمزور ہے۔

(ب) اے عقل والو! اللہ کی نافرمانی سے ڈرو۔ اس حکم میں تمام غیر اسلامی طریقوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے' جس میں حاکمیت جمہور کے نعرہ پر استوار ہونے والی جمہوریت بھی شامل ہے۔

۹۔ نفاذ شریعت کے سلسلہ میں سورہ شوریٰ کی آیت: ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (کہ دین کو قائم کرو اور اسمیں تفرقہ نہ ڈالو) سے اکثر استناد کیا گیا ہے۔ یہاں قرآن فہمی کی ایک بنیادی غلطی کی گئی ہے۔"الدین" سے بنیادی عقائد دین کہ جن کا سرتاج عقیدہ توحید ہے' مراد ہیں اور تفرقہ بازی سے مشرکین کے وہ عقائد مراد ہیں جو مسلمانوں کو جادہ توحید سے ہٹانے کے لئے ہر زمانہ میں وضع کئے جاتے رہے ہیں۔

گو دین عقائد' عبادات اور معاملات سب پر حاوی ہے لیکن اس آیت میں "الدین" سے تمام انبیا کی وہ مشترکہ دعوت مقصود ہے جو سوائے عقیدہ توحید کے اور کچھ نہ تھی۔ آیت کا سیاق و سباق ملاحظہ ہو:

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ' کبر علی المشرکین ما تدعوھم

الیہ۔

"(لوگو) اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کو (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف بھی وحی کیا اور جس کا حکم ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی دیا تھا (اس تاکید کے ساتھ) کہ اس دین کو قائم کرنا اور اسمیں تفرقہ نہ ڈالنا' یہی بات مشرکین پر شاق گذرتی ہے' جس کی طرف (اے پیغمبر تم انہیں بلاتے ہو"۔

"نفاذ شریعت" کا نعرہ بلند کر کے دین کی ہمہ گیر دعوت کو محدود کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ گویا شرک جلی کی روک تھام حکومت کے دائرہ اختیار سے باہر رکھی جا رہی ہے۔ بمفوائے آیت سورۃ النور: وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملو الصالحات لیستخلفنھم فی الارض' حکومت ایک وعدہ الہٰی ہے جو بطور انعام ملتی ہے۔ کار خاص وہی "البلاغ المبین" ہے کہ جس کا تذکرہ اس آیت سے قبل کیا گیا ہے۔ یعنی فکری اور عقائد کے لحاظ سے جب تک "البلاغ المبین" نہ ہو جائے گا' وعدہ الہٰی متحقق نہ ہو گا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ وعدہ امت مسلمہ سے بحیثیت "الجماعت" کیا گیا ہے اور بقول امام ابن تیمیہ "الجماعت" سے ساری امت مسلمہ مراد ہے' اسی لئے اجماع امت کی خلاف ورزی جائز نہیں۔

تنظیمی اعتبار سے جماعت سازی ایک تدبیر کا حکم رکھتی ہے اور ایسی کسی جماعت کو یہ زعم نہ ہونا چاہیئے کہ وہی "الجماعۃ" ہے۔ وہ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ید اللہ علی الجماعتہ۔ نہ کہ علی الجماعات (اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے' یہ نہیں فرمایا کہ مختلف جماعتوں پر ہے۔)

آخر میں اسلامی انقلاب کے حصول کے لئے پچھلے مباحث کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے:

ا۔ قرآن نے لفظ انقلاب کے بجائے اصلاح کا لفظ استعمال کیا ہے: "ان ارید الا الا صلاح۔ "میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں"۔ اس لئے دینی جماعتوں کا محور بھی یہی اصلاح ہو۔ انقلاب ایک اشتراکی اصطلاح ہے اور مراد ہے ایک نظام کو پلٹ کر اس کی جگہ دوسرا نظام کھڑا کرنا۔ اسلام نے اسی اصلاح کے تصور سے جاہلی معاشرہ کی تطہیر کی'